

## دلائل لہنن والآثار

۳

از جناب مولوی نجم الدین صاحب اصلاحی

ضرورت سلسلہ اسناد | یہ ایک واضح ثبوت ہے اس امر کا کہ احادیث نبوی کے ساتھ اصولی احتیاط خلفائے راشدین کے وقت سے شروع ہوتی ہے۔ تابعین کے دور میں جب رفض، خروج، ارجاء، قدر، اعتراض کے قصے پیدا ہو جاتے ہیں تو بنا برآیت ان جَاءَكُمْ فَاسِيحٌ يِّنْبِغِيْ اِلَيْكُمْ اور زیادہ تشدد و بڑھ جاتا ہے اور اسناد ایک مستثنیٰ فن قرار پا جاتا ہے جس کی بیسیوں شاخیں ہیں جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ایک لطیف اشارہ اہمیت اسناد پر قرآن حکیم میں ہے اِنِّيْ نَزَّلْتُ لَكُمْ هٰذَا الْكِتٰبَ مِنْ سَمٰوٰتٍ عَلِيْمَةٍ اِن كُنْتُمْ حٰقِقِيْنَ بِمَنْكُرِيْنَ مَعَادٍ و قرآن کے رد میں اوپر یہ سلسلہ چلا آتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آسمان و زمین اور کل مخلوقات بنائی، کیا سچے دل سے کہا جاسکتا ہے کہ زمین کا کوئی ٹکڑا یا آسمان کا کوئی حصہ کسی اور نے بھی بنایا ہے یا بنا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں پھر خدا کے ساتھ معبودان باطل کو کیوں پکارا جاتا ہے؟ لہذا اگر تم اپنے دعوائے شرک میں سچے ہو تو کسی آسمانی کتاب کی سند لاؤ یا کسی ایسے علمی اصول سے ثابت کرو جو عقلاء کے نزدیک مسلم چلا آتا ہو جس چیز پر کوئی نقلی یا عقلی دلیل نہ ہو آخر اسے کیوں تسلیم کیا جائے؟ ظاہر ہے کہ کسی علمی دعویٰ کے لئے دلیل و سند ہی اصل شے ہے۔ دیکھو قرآن کی صداقت پر جہاں اور بہت سی دلیلیں موجود ہیں ان میں سب سے زبردست سند اس کا تاریخی ثبوت ہے جتنی نبوی کتابیں دنیا کی مختلف قوموں کے پاس ہیں ان میں سے ایک کے متعلق بھی تاریخی سند سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ وہ جس نبی کی طرف منسوب ہے واقعی اسی نبی کی ہے۔ بلکہ بعض نبوی

کتابیں ایسی ہیں جن کے متعلق سرے سے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کس زمانے میں کس نبی پر اتریں تھیں۔ مگر قرآن کے متعلق اتنی زبردست تاریخی شہادتیں موجود ہیں کہ کوئی شخص حضرت محمد مصلم کی طرف اس کی نسبت میں شک نہ کر ہی نہیں سکتا۔ اس کی آیتوں تک کے متعلق یہ معلوم ہے کہ کونسی آیت کب اور کہاں نازل ہوئی، جس کے روایت کرنے والوں کی اتنی زیادہ تعداد ہر زمانہ میں رہی ہے کہ جن کی صداقت و قطعیت پر ذرہ برابر شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ ایک ایک آیت اور اس کے تلفظ کی کیفیت کو ابتدائے نزول سے آج تک اتنے بیان کرنے والے ہیں کہ جن کی تاریخی حیثیت آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ چنانچہ یہی تو اتر عملی و قوی ایسا تاریخی ثبوت اور کھلی ہوئی سند ہے کہ جس سے بڑھ کر کسی علمی شے کی ثبوت اور قطعیت کی کوئی دلیل و سند نہیں ہو سکتی۔ پس آیت بالا پر غور کرنے سے صاف طور پر یہ اصول ہاتھ آتا ہے کہ جس کسی مذہبی دعویٰ کے لئے یا تو آسمانی کتاب کی سند ہو یا کسی علمی اصول سے ثابت ہو وہ قرآن کے نزدیک محبتِ سندی ہے۔

یہ تو ہوئی نقلی دلیل۔ اور عقلی دلیل یہ ہے کہ جب کسی بات کی نسبت کسی کی طرف کی جاتی ہے تو سب سے پہلے یہ عقلی طور پر پیدا ہوتا ہے کہ اس پر کیا ثبوت ہے کہ یہ فلاں کا کلام ہے؟ آدمی کہتا ہے کہ میں نے خود سنا ہے یا دیکھا ہے یا فلاں نے مجھ سے بیان کیا ہے یا دیکھا ہے۔ اگر یہ سلسلہ اس آدمی تک محض ہے تو بات صاف ہے۔ اب صرف بات کی مقبولیت اور ناقول کی صداقت کی بحث باقی رہ جاتی ہے، جس پر مفصل بحث آگے آئے گی۔ بہر حال اسی اصول کے ماتحت آسمانی کتابیں سنن و آثار نبوی، لغت و اشعار، فقہ و اصول حتیٰ کہ ائمہ کے مذاہب اور تصوف کے سلاسل سند و روایت ہونا شروع ہوئے اور یہ سلسلہ اتنا زبردست اور محکم ثابت ہوا کہ جس کی مقبولیت اور ناقول انکار مقبولیت مخالفین کی زبانوں پر جہر سکوت لگا دی۔ غور کرو کہ پیغمبر نے ایک بات کہی یا کوئی کام کیا۔ اگر وہ بات اور فعل اس طریقہ پر روایت ہوا اور ذرہ برابر اس کے اندر تغیر و تبدل نہیں ہوا تو ظاہر ہے کہ حق و صداقت اور روحانیت کے اثر اور اس کے برکات ہیں۔ پھر کیا کسی کو کوئی شبہ ہو سکتا ہے؟ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ہر علم اپنے اندر ایک خاص کیفیت و اثر رکھتا ہے، جس کی مزاولت و معاشرت سے آدمی نیک و بد اور بات کے صحیح و غلط کا فیصلہ کرتا ہے۔

فن حدیث میں نہ ایسا علم ہے کہ صرف اسی کے ذریعہ ہر دینی کام کی نسبت پیغمبر صلعم تک صحیح طور پر معلوم کی جاسکتی ہے اور اس وجہ سے گویا آدمی کے اندر معنی صحابیت کا شرف پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ معنی صحابیت نام ہے اطلاع بر بڑی احوال رسول و مشاہدہ اوضاع و کیفیات کا، خواہ وہ عبادات سے متعلق ہوں یا عادات سے، جو بغیر سند قابل اعتبار نہیں۔ سند کے عالی اور نازل ہونے کے صد ہا واقعات کتب لجال و طبقات میں موجود ہیں جو غیر معمولی احتیاط پر دلالت کرتے ہیں۔ صرف ایک واقعہ یہاں پر درج کر دیا جاتا ہے جس سے سند کے عالی و غیر عالی ہونے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

جب حضرت امام علی رضارضی اللہ عنہ پیشاپور تشریف لے گئے تو حافظ حدیث امام ابو زرؓ و امام ابو سلمہ طوشی نے خدمت میں حاضر ہو کر امام مدوح کے آباؤ اجداد کرام کے سلسلہ سے روایت حدیث کی درخواست کی۔ حضرت مدوح نے اپنے والد ماجد سے لے کر جناب رسول خدا صلعم تک مرفوعاً روایت کی، قال حدثنی ابی موسیٰ الکاظم عن ابیہ جعفر الصادق عن ابیہ محمد الباقر عن ابیہ علی زین العابدین عن ابیہ شہید کربلا عن ابیہ علی المرتضیٰ قال حدثنی جیبی وقرۃ عینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حدثنی جبرئیل علیہ السلام قال، حدثنی رب العزۃ سبحانہ و تعالیٰ کلمۃ لا الہ الا اللہ حصنی فمن قالہا دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عنابی۔ جب شمار اہل محارود وادین کا کیا گیا تو ۲۰ ہزار اشخاص وہاں حاضر پائے گئے۔ چنانچہ اسی سند کے متعلق امام البحر و التعذیل حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں "لوقریٰ ہذا الاسناد حلی محنون لافاق من جنون" حتی کہ امام ابو القاسم قشیریؒ نے لکھا ہے "اقص هذا الحدیث بهذا السند ببعض امراء السامانیۃ فکتبہ بالذہب و اوصی ان یدفن معہ فی قبرہ فرأی فی المنام بعد موتہ فقیل لہ ما فعل اللہ بک فقال غفر لی بتلفظی لا الہ الا اللہ و تصدیقی ان محمد رسول اللہ، اور دہ المنادی فی شرحہ الکبیر علی الجامع الصغیر (تقصیر حبیبوا الاحرار)

چنانچہ اسی بنا پر امام ابن سیرین جو فن حدیث کے رکن اعظم ہیں ان کو کہنا پڑا، ان ہذا العلم دین فانظر واعلم تلخون دینکم۔ قال لم یكونوا یسألون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالکم۔ الاسناد من الدین۔ لولا الاسناد لقال من شاء ما قال۔ الاسناد سلاح المؤمن امام زہری بڑے رتبہ کے آدمی ہیں ایک روز سفیان بن عیینہ سے ایک حدیث بیان کرنی چاہی۔ سفیان نے فرمایا کہ آپ مجھ سے بلا سند بیان کیجئے کیونکہ ان کو امام زہری پر کامل اعتماد تھا۔ امام زہری نے فرمایا کیا تو بلا زینہ چھت پر چڑھ سکتا ہے؟

اویہ واقعہ تو موطا امام مالک کے پڑھنے والے تک یاد ہوگا کہ عمر بن عبدالعزیز نے جو تبع تابعی اور خلفاء بنی امیہ میں بڑے رتبہ کے بزرگ ہیں جن کا شمار خلفاء راشدین کے ساتھ ہوتا ہے، ایک روز نماز عصر میں دیر کر دی۔ عروہ بن مسعود تابعی نے ٹوکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبریل کے ساتھ نماز پڑھنا اور جبریل کا ابتدائی و انتہائی اوقات بتانا بیان کیا۔ خلیفہ وقت کو سخت تعجب ہوا۔ استعجاباً پوچھا، اعلو ما تقول یا عروہ۔ دیکھو کیا کہہ رہے ہو۔ عروہ نے فوراً اس طرح سند پڑھ کر خلیفہ کو ساکت کر دیا کہ مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ میں ایک روز نماز میں دیر کر دی تو ابو مسعود نے ٹوک دیا اور کہا کہ مغیرہ یہ کیا ہے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جبریل نے دو روز آگرا حضرت صلعم کو نماز پڑھ کر نماز کی ابتدا و انتہا کو بیان کر دیا۔ بہر کیف یہ شہادتیں اس امر کی دلیل ہیں کہ اسناد ہی ایک ایسی کسوٹی ہے کہ جس کے ذریعہ صحیح و غلط اور روایت و خبر کے پرکھنے اور جانچنے کا اصول ہاتھ آتا ہے، انھیں اسناد میں سے بعض کو محدثین و فقہاء نے سلسلہ الذہب سے تعبیر کیا ہے۔ مثلاً حضرت امام اعظم کا جو سلسلہ الذہب بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہے، ابو حنیفہ عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم عن علقمہ عن عبداللہ بن مسعود۔ اسی طرح حضرت امام بخاری کے کئی سلسلے ہیں مثلاً محمد بن اسماعیل عن محمد بن عبداللہ الانصاری عن حمید عن انس بن مالک۔ یہی امام بخاری کے بعض شیوخ حضرت امام ابو حنیفہ و امام مالک کے ہم طبقہ ہیں۔ اور ثانیات بخاری، بخاری شریف کی ایک ہم اور محیر العقول چیز ہے۔ امام مالک

کا سلسلہ الذہب بقول امام بخاری یہ ہے؛ مالک عن نافع عن عبداللہ بن عمر۔ اسی قسم کی سندوں کے متعلق محدثین یہ الفاظ بھی بولتے ہیں، فقہ الشہر من نادر علی علم تفصیل کے لئے فنی اعتبار سے معرفۃ علوم الحدیث للامام از صفحہ ۵۲ تا صفحہ ۵۸ مطبوعہ کلا خطہ ثبوت بالائستہ نو نہ از خردارے کے طور پر درج کر دئے گئے ہیں ورنہ اس رشتہ بانگشت نہ سچی کہ دراز است۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ہر فن میں فن والے کی رائے اور اس کی تحقیق و تشریح ہی حجت و سند ہے پس کوئی وجہ نہیں کہ سنن و آثار نبوی کے معلوم کرنے کے لئے سند کو اصل الاصول نہ قرار دیا جائے درانجا لیکہ کوئی اور ذریعہ اس کے مستحکم اور محتاط اذعان و یقین کا موجود نہ ہو۔ بلا ریب عمل بھی ایک اہم مستحکم اور محتاط ذریعہ ہے لیکن یہاں بھی یہ بحثیں پیدا ہو جاتی ہیں کہ کس کا عمل؟ یا فرق باطلہ کا یا اہل حق و ارباب نقل کا؟ کیونکہ بہت سے ایسے مسائل پیدا ہو گئے ہیں کہ جن کا ثبوت صدر اول میں نہ تھا اور نہ کتاب سنت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ مگر جتنی عصبیت جاتی ہے کہ یہ عالم ہے کہ اسے بھی کتاب و سنت ہی سے ثابت کیا جاتا ہے اور مزید ثبوت کے لئے سواد اعظم اور علی تو اتر کا نام لیا جاتا ہے کہ برابر اہل علم اس پر عمل کرتے آئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمل بھی وہی صحیح اور حق ہوگا جس کا سلسلہ صحابہ اور آنحضرت صلعم تک ثابت ہو اور یہ چہر بھی بدون سند صحیح قابلِ پزیرائی نہیں ہو سکتی۔ لہذا یہ مختصر گزارش ایک نصف اور محقق کے لئے بس ہے، تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل۔

عدالت و ثقاہت صحابہؓ | یہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ قرآن حکیم خدا کا آخری پیغام ہے جو تمام عالم کی رہنمائی کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ یہ مقدس اور برگزیدہ صحیفہ یزدانی حضرات صحابہؓ ہی کے ذریعہ سارے عالم میں پہنچا اگر ان حضرات کی عدالت اور ثقاہت وغیرہ مشتبہ ہی تو پھر دین و مذہب کی ساری اساس و بنیاد معرض بحث میں آجاتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم ہی نے سب سے پہلے صحابہ کے فضائل و اخلاق اور عدالت و ثقاہت کو مفصل بیان فرمایا اور لوگوں کو قرآن سے دلچسپی رکھتے ہیں اور اس کی آیات پر کامل تدبر و تفکر کرنے کے عادی ہیں ان کو سنی حقیقت (کہ صحابہ عادل اور ثقہ تھے) آفتاب سے زیادہ واضح ہے۔ استیعاب لابن عبدالبر وغیرہ میں مفصل گفتگو میں

اس پر موجود ہیں۔ اس موقع پر میں مسیح الاسلام حافظ ابن حجرؒ کی ایک تقریر کا خلاصہ اصحابہ سے نقل کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جو لمبی چوڑی تحریر و تقریر سے بے نیاز کر دینے والا ہے اور جو تمام قرآن مجید سے ماخوذ ہے فرماتے ہیں:-

”حضرات اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ عادل ہیں۔ اس باب میں کوئی اختلاف نہیں ہے سو مبتدعہ کی ایک مختصر سی ٹولی کے خطیب نے کفایہ میں نہایت نفیس بحث اس موضوع پر کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کی عدالت و ثقاہت تو خود خدا کی تعریف کے بموجب ہم مانتے ہیں مثلاً كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ اور كَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا۔ اور لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجْتَهُم بِالْحَقِّ وَأَنَّ لَهُمُ الْمَخَارِجَ الْمَشْرُوعَةَ۔ اور يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ اور لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ غَرَضٌ مِنْ هَذِهِ آيَاتٍ فِيهَا ذِكْرٌ لِلَّذِينَ هُمْ عَنْهَا غَائِبُونَ۔ ان سب سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کے بعد اب وہ کسی تعریف کے محتاج نہیں ہیں۔ اور اگر خدا و رسول کی طرف سے یہ کچھ وارد نہ ہوتا جو ہم نے ذکر کیا ہے تب بھی ان کی گراں قدر خدمات، ہجرت، جہاد، اسلام کی مدد، جانی و مالی قربانی، باپ و بیٹے تک سے (جاننا، راہ اسلام میں مناصحتہ فی الدین، قوت ایمان اور عزم و ثبات، یہ سب اس پر شاہد عادل ہیں کہ وہ عادل اور تمام امت سے اعلیٰ و افضل ہیں، اور ان مولین سے بھی جو ان کے بعد ان پر جرح کر رہے ہیں۔ پڑا مادہ ہیں۔ یہی تمام علماء کا مسلک ہے۔ ابو زہرہ رازی کہتے ہیں کہ جب تم کسی ایسے آدمی کو دیکھو جو صحابہ میں سے کسی کی نقیصہ کر رہا ہو تو سمجھ لو کہ وہ زندقہ ہے اور اس پر اپنا ایمان رکھو کہ رسول حق ہے قرآن حق ہے اور جو کچھ وہ لایا برحق ہے۔ یہ کہ وہ تمام لوگ جو ان پر جرح کرنا چاہتے ہیں وہ کتاب و سنت کو باطل کرنا چاہتے ہیں، اور بہتر یہ ہے کہ خود ان پر بوجھ کی جائے وہ سب کے سب زنادقہ ہیں۔“

لفظ عدالت ایک مشترک لفظ ہے جس کے مختلف معنی ہیں، لیکن محدثین کے نزدیک عدالت کے معنی اجتناب عن الکذب کے ہوتے ہیں یعنی اس معنی کر کے عادل اس شخص کو کہیں گے جو روایات میں دروغ بیانی نہ کرتا ہو۔ تمام صحابہ کو اسی معنی میں عدول کہا جاتا ہے۔ یہ کسی محدث کا دعویٰ نہیں ہے کہ صحابہ کوئی بات انصاف کے خلاف نہیں کر سکتے یا ان سے کوئی فعل تقویٰ و طہارت کے خلاف صادر نہیں ہو سکتا یا وہ انبیاء کی طرح معصوم ہیں، یا وہ تمام گناہوں سے محفوظ ہیں۔ چنانچہ محدثین نے صاف صاف یہ تصریح کر دی ہے۔ علامہ سخاوی فتح المغیث میں اور قاضی شوکانی ارشاد انھوں میں لکھتے ہیں:-

”ابن ابیاری کا قول ہے کہ اتہامات کے ثبوت کے بعد یہ مطلب نہیں کہ صحابہ معصوم ہیں اور ان سے گناہوں کا سرزد ہونا محال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی روایتوں کو اسباب عدالت و ثقافت کی چھان بین کے بغیر قبول کر لینا چاہئے۔ بجز اس صورت کے جب وہ ایسے امر کا ارتکاب کریں جو روایات میں قاذح ہو اور یہ ثابت نہیں ہے۔“

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی لکھتے ہیں:-

”اہل سنت کا یہ مقررہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کل کے کل عادل ہیں۔ یہ لفظ بار بار بولا گیا اور میرے والد مرحوم (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) نے اس لفظ کی حقیقت سے بحث کی تو یہ ثابت ہوا کہ اس موقع پر عدالت کے متداول معنی مراد نہیں ہیں۔ بلکہ صرف عدالت فی روایت الحدیث مراد ہے۔ اس کے سوا اور کچھ مراد نہیں، اور اس عدالت کی حقیقت روایات میں اجتناب عن الکذب ہے کیونکہ ہم نے تمام صحابہ کی سیرت کو خوب ٹٹولا، یہاں تک کہ ان لوگوں کی سیرت کا بھی تتبع کیا، جو خانہ جنگیوں، فتنوں اور زلانی جھگڑوں میں شریک ہوئے، تو ہم کو معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ صلیم کے متعلق دروغ بیانی کو سخت ترین گناہ سمجھتے ہیں اور اس سے شدت کے ساتھ احتراز کرتے ہیں، (ظفر الامانی)“

۱۷ صفحہ ۶ مطبوعہ مصر، ۱۷ مقدمہ اسوہ صحابہ،

یہ ایک واضح امر ہے کہ مدارج روایت اور تفسیر و اجتہاد کے اعتبار سے صحابہؓ کے مختلف طبقات تھے لیکن فیصلہ و مناقب کے لحاظ سے، خلفاء راشدین، ازواجِ مطہرات، ہاجرین اولین، انصار، اہل عقبہ اہل بدر، و مشاہد وغیرہ ایک دوسرے سے فیصلہ ہیں۔ مزیت و فضیلت اضافی چیزیں ہیں ورنہ اس اختلاف مراتب کے باوجود وہ سب صحابہؓ ہونے میں تمام صحابہ برابر ہیں، اور سب کے سب اہل جنت ہیں۔ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ

کتاب و سنت کی اہم شہادتوں اور ائمہ کرام کی تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ صحابہ کی عدالت و ثقاہت غیر صحیح، قرآن کے خلاف اور محض عقیدہ تندی کا فیصلہ ہے تو حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہ خدایا یہ کیا مصیبت ہے؟ اب تک تو یہی رونا تھا کہ محدثین نے جو کچھ الفاظ جرح و تعدیل روایت حدیث کے متعلق وضع اور ہتھمال کئے وہ محض ظن و تخمین تھے، اور ان کا فیصلہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، لیکن صحابہ کرام جن کی عظمت و بزرگی، جلالت شان اور تقدس وغیرہ پر تو خود قرآن ناطق ہے، جب ان حضرات رضی اللہ عنہم کے متعلق بھی فضا خراب کر دی جائے تو سمجھنا چاہئے کہ ایسا شخص اہل علم سے بہت دور ہے۔ ورنہ اگر تحقیق مد نظر ہوتی تو سب سے پہلے وہ قرآن کی آیات پر تدبر کرتا۔ وہیں سَيَا هُمْ فِي دُجُوهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ کی روشنی اس کے لئے شمع راہ ہوتی۔ اور رضی اللہ عنہم و روضہ عنہ کی تعدیل نہ صرف صحابہ کرام کے متعلق ملتی بلکہ تابعین کے بارے میں بھی سند ثقاہت ہاتھ آتی۔

أَوْ خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ أَوْ أُمَّةً وَسَطًا کے اولین مخاطب کا سراغ ملتا۔ لَا يَسْتَوِي مَعَكُمْ مَنَ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ . . . . . وَكَلا وَعَدَا اللّٰهُ الْحَسَنِي كاطرفائے امتیاز میزان عدل و قسط قرار پاتا۔ قرآن مجید کے عموم کے مطابق تو جملہ صحابہ تابعین، صالح اور ہون قطعی طور پر ثابت ہیں۔ جو لوگ روایتوں سے صرف تاریخیت کے قائل اور حجت دینی کے منکر ہیں ان کو تو بہر حال صحابہ تابعین کی عدالت و ثقاہت قرآن ہی سے ماننی پڑے گی صحابہ کرام کے غیر ثقہ ہونے پر چاہے ہزاروں جرحیں احادیث و سیرے پیش کی جائیں، مگر ان سے قرآن کے فیصلہ رضی اللہ عنہم و روضہ عنہ وغیرہ آیات پر تو ذرہ برابر اثر نہیں پڑ سکتا۔ رہ گئے وہ لوگ جو روایتوں یعنی سنن و آثار نبوی کو حجت دینی



مانتے ہیں تو وہ نہ تو صحابہ کو مصوم سمجھتے ہیں نہ خطا و لغزش بشری سے پاک۔ ہاں خواہ مخواہ ان کی نیتوں کے متعلق سو ظنی رکھنا جس پر نہ قرآن رضی اللہ ورسول کا حکم کسی طرح جائز نہیں رکھتے۔ مشاجرات صحابہ میں ایک اجتہادی غلطی تھی ورنہ واقعات شاہد ہیں کہ باوجود شدید اجتہادی اختلاف کے ایک دوسرے کا احترام فرماتے تھے حضرت غلطی تھی ورنہ واقعات شاہد ہیں کہ باوجود شدید اجتہادی اختلاف کے ایک دوسرے کا احترام فرماتے تھے حضرت عائشہ کو ام المؤمنین ام المؤمنین کہتے رہے۔ خود حضرت عائشہ جن کی برأت و تطہیر قرآن نے کی اور حضرت جن کو انحضرت صلعم نے بمنزلہ ہارون کے کہا کیونکہ غلطی فرما سکتے تھے۔ کیا قرآن اس ہستی کی برأت کر سکتا تھا جو فتنہ میں ملوث ہونے والی ہو؟ کیا پیغمبر ایسے شخص کو بمنزلہ ہارون کہتا جو باطل کے لئے جنگ و جدل کریں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہی وجہ تو تھی کہ باوجود ان باتوں کے کوئی ایک صحیح واقعہ موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ حضرات ایک دوسرے کو (معاذ اللہ) برا کہتے یا سمجھتے تھے۔

یہ ہے واقعہ کی اصل تصویر اور صحابہ کی عدالت کی حقیقی تعبیر۔ کیا یہ بات آج کل کے آزاد اور نام نہاد مفروں کے لئے حیرت انگیز نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ جو حکم قرآن نبی ورسول ہیں، ان سے "لَا تَأْخُذْ بِطَغْيَتِي وَلَا جِبْرَاسِي" اور "الْقَىٰ الْاَلْوَاخَ وَآخَذَ بِرَأْسِ اَحْيَةَ يَجْرُؤُكَ اِلَيْهِ" کا صدور ہو جائے۔ انتہائی غیظ و غضب میں حضرت ہارون کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑیں اور پیچھے لگیں۔ یہی کہا جائے گا نا کہ (حاشا) ہارون کی اہانت کی نیت سے اس نے نہیں کیا تھا؟ اور حضرت موسیٰ اس حالت میں شرعاً معذور تھے۔ فرط غضب اور ہنگامہ دار و گیر میں الواح ہاتھ سے چھوٹ گئیں جسے عدم تحفظ کی وجہ سے تفلظاً القار سے تعبیر فرمایا گیا کیونکہ بظاہر "خُذْهَا بِقُوَّةٍ" کا امتثال نہ کر سکے مگر چونکہ ان دونوں معاملات کی سطح جو ہارون یا الواح کے متعلق ظہور میں آئی بہر حال صورت پسندیدہ نہ تھی گو موسیٰ باعتبار نیت معذور تھے، اس لئے "أَمْدَةٌ دِيْتَ اِغْفِرْ لِي" کہہ کر حق تعالیٰ سے عفو کی درخواست کی، یا اس کے سوا اور کوئی تاویل ہوگی؟ یہ باتیں ان حضرات کے لئے زیادہ غور کرنے کی ہیں جو محض قرآن کو آڑ بنا کر عصمت انبیاء و عظمت صحابہ کا نام لے کر سنن و آثار نبوی کو مجروح کرنے کے عادی ہیں۔ ایک طرف تو زبانی ادعائے قرآن دانی اور دوسری جانب علوم و فنون اسلامیہ بے گانگی، ہجر و فقدان کا یہ عالم کہ اگر کوئی روایت ذرا بھی بظاہر معارض نظر آئی جمع و توفیق کی بیسیوں

شکلوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور فوراً یہ کہنا شروع کر دیا جاتا ہے کہ قرآن کے خلاف ہے عقل کے منافی ہے، آنحضرت صلعم کی عصمت اور صحابہ کرام کی عظمت و نعمتہ ازواج مطہرات کی عفت و طہارت کا مقام اس سے بلند ہے۔ سننے والا مرعوب ہو جاتا ہے اور یارانِ طرقت اپنا کام کر جاتے ہیں۔ حالانکہ سیدھی سی منطقی ہے کہ اگر قول و فعل پیغمبر صلعم کا ہے تو وہ قیامت تک بیان بالا کے مخالف نہیں ہو سکتا۔ صحیح عقل نقل میں کبھی تعارض نہیں رہا ہے۔ یہ حال ہے ان بخلائی وقت لوگوں کا۔ یہ حضرات تو پیغمبر اور صحابہ وغیرہ کی عظمت و عصمت کو سمجھیں اور نہ سمجھیں تو امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل، بخاری، مسلم، علی بن المدینی، یحییٰ بن سعید القطان، ابو حاتم رازی، ابو زرہ، عبداللہ بن مبارک، یحییٰ بن معین، علامہ ابن خزم، ابن قیم و شاہ ولی اللہ وغیرہ ایک ایسی جماعت ہو جو اسلام کے لئے سخت مضر اور دم قاتل ہے۔ اس کے دام تزیور میں اگر بڑے بڑے عباد و زہاد اور مغربہ سعادت انبی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ایسی بے اصول جماعت سے گفتگو ہو بھی تو کیوں کر؟

بحث و مناظرہ سے بجائے اس کے کہ حق کو حق سمجھا جائے زیادہ تر معاملہ برعکس ہی ہوتا ہے، ورنہ قرآن کریم تو باواز بند مدعی ہے کہ اصحاب محمد رسول اللہ صلعم کی قدوسیت و ائینیت و انجیل میں بھی بیان ہوئی ہے خذ لکم مَثَلًا مِّنْ ذُرِّيَّتِ النَّوْرَانِ وَ مَثَلًا مِّنْ اُولٰٓئِیْنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ کَانَ عَصٰی مِّنْ اَمْرِہُمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا اٰیٰتٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

”وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہو اور لاکھوں قدوسیوں میں سے آیا،..... اس کے سبب تو اس

لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں“ (استثنا، باب ۳ صفحہ ۲۰۱)

کیا مذکورہ پیشینگوئی فتح مکہ کے دن پوری نہیں ہوئی؟ قرآن کو پڑھو تو اس میں اصحاب رسول اللہ کے ایک ایک خود خال کو واضح کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے فَالَّذِیْنَ آمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّوْا وَ کَانَ عَصٰی مِّنْ اَمْرِہُمْ اَنْ یَّکُوْنُوْا اٰیٰتٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ اَنْزَلَ مَعَنَا اَوْ لَیْسَ لَہُمْ اَلْمَفِیْضُ“ آخر اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ کیا اس زبردست شہادت کے بعد بھی کسی کو صحابہ کی عدالت و تقاہت میں شبہ رہتا ہے؟ کون مسلمان ہے جو پنجوقتہ نمازوں میں سورہ فاتحہ نہ پڑھتا ہوگا مگر کیا کبھی اس حقیقت پر بھی غور کیا گیا کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ سے

کن کے راستے کی طلب مراد ہے اور وہ کون لوگ ہیں جن پر انعام و اکرام باری کی بارش ہوئی اور تم علیہم قرار پاؤ؟ اس کا یہ اب قرآن خود دیتا ہے "مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ"۔ کیا صالح ہونے میں خلفاء راشدین کے علاوہ صحابہ کی جماعت داخل نہیں ہے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ ان کی اجتہادی غلطیوں کو نفاق و شقاق، (معاذ اللہ) عدوان اور کفری سے تعبیر کر کے اپنے نامہ اعمال کو خراب کیا جاتا ہے؟ کلی مجتہد مصیب والمصیب واحد والمخطی معد و ساریل ماجوس کی توجیہ یک منصفانہ اور عالمانہ فیصلہ ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی حق پسندانہ بات فرمائی ہے کہ "تلك دماء طهر الله منها سيوفنا فلا نخضب بها السنتنا"۔ تلاش حق و صداقت اور غور و فکر کے لئے اتنے اشارات کافی ہیں، بشرطیکہ تحقیق مد نظر ہو۔

سنن و آثار نبوی کے مرکزی مقامات اور ان کی نشر و اشاعت

مذکورہ مباحث کے بعد یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلعم کے وصال کے بعد مختلف مقامات پر

اپنے مراکز اور چھاؤنیاں قائم کرنی تھیں۔ ان میں سے بہت سے لوگ خدا کی راہ میں جہاد وغیرہ کے لئے نکلے۔ لوگ ان کے پاس جمع ہوتے۔ وہ ان کے سامنے خدا کی کتاب اور پیغمبر کی سنت کو ظاہر فرماتے اور کسی چیز کو کبھی نہ چھپاتے۔ مکہ، مدینہ، کوفہ، شام، بصرہ، یمن، جزیرہ، خراسان، مصر میں صحابہ کی جماعت موجود تھی لیکن سیاسی اور مذہبی اعتبار سے اول الذکر ہر سہ مقامات کو خاص اہمیت حاصل تھی۔

صحابہ میں حضرات خلفاء اربعہ اور ابن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، عماد بن یاسرؓ، حذیفہؓ، سلمانؓ، ابو درداءؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ فقہائے صحابہ کے نام سے موسوم ہیں اور اکثر آنحضرت صلعم کے عہد میں قومی دینے کے مجاز تھے۔ ان کے علاوہ مفتیان صحابہ کی تعداد ۱۲۰ سے متجاوز ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ، انس بن مالکؓ، جابر بن عبد اللہؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، ابو سعید خدریؓ، عائشہؓ، علامہ ابن جوزیؒ

لہ ارشاد النحل

اصطلاح میں روایت صحابہ ہیں۔

سنن و آثار نبوی سے جو احکامات ثابت ہیں بقول علامہ حنفلی صرف حضرت ابو ہریرہؓ کے دعائی ہزار مروی ہیں۔ اور جنہوں نے سنن ابی داؤد و جامع ترمذی، امام ابن دقیق العید، منتقى الاخبار لابن تیمیہ وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ احکامات اسلامی کی فہرست کس درجہ طویل اور معاشرتی و تمدنی زندگی کو حاوی ہے۔ لیکن بقول علی بن المدینی جس کو ابو بکر خطیب نے روایت کیا ہے میں شخص ایسے ہیں جن پر احکامات نبوی صلعم کا علم انتہی ہوتا ہے، وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلبؓ۔ آپ ہجرت کے دو سال پہلے پیدا ہوئے اور رسول اللہ صلعم نے آپ کے لئے دعا کی کہ خدا ان کو دین میں فقیہ بنا اور ان کو تاویل کتاب الہی سکھائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ابن عباس قرآن کے کس قدر اچھے ترجمان ہیں۔ اگر ان کو ہمارا سن و سال ملتا تو ہم میں کوئی ان کا ہمسر نہ ہوتا۔ عمر کا قول ہے کہ ابن عباس کا عام علم تین بزرگوں سے ماخوذ ہے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابی بن کعبؓ۔ شوق کا یہ عالم تھا کہ خود حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ میں جب یہ سنتا تھا کہ ایک آدمی کے پاس حدیث ہے تو اس کے ہاں جاتا تھا اور اس کے انتظار میں بیٹھ جاتا تھا یہاں تک کہ جب وہ نکلتا تو میں اسے پوچھ لیتا۔ تفسیر اور فقہ میں اہل مکہ کے علم کا دار و مدار حضرت ابن عباس ہی پر ہے۔ اپنے ۳۸ء میں بمقام طائف وفات پائی۔ آپ کے ممتاز تلامذہ میں سعید بن جبیر، عطار بن ابی رباح، عکرمہ، مجاہد، جابر بن زید، طاؤس وغیرہ ہیں۔ ان تمام کے علم کا سلسلہ عمر بن دینار پر انتہی ہو کر روئے زمین پر چھا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے فتاویٰ کو مامون عباسی کے پوتے نے جمع کرایا تو ۲۰ کتابیں ہوئیں۔

(۲) حضرت زید بن ثابتؓ کا تب الوحی۔ آپ کے والد کا نام ضحاک تھا اور انصار کے قبیلہ بنو نجار سے تعلق رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلعم جب مدینہ آئے تو آپ کی عمر اسیال کی تھی۔ سب سے پہلے آپ نے غزوہ خندق میں شرکت کی۔

۱۔ تلیقہ فہوم الآثار ۲۔ فصول الخواصی ۳۔ تاریخ فقہ اسلامی ۴۔ المدخل لابن بدران

تبوک کی جنگ میں بنو مالک بن النجار کا جھنڈا حضرت عمارہ بن حزم کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے لے کر حضرت زید بن ثابت کے حوالہ کر دیا۔ عمارہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے متعلق آپ کو کوئی بات معلوم ہوئی ہے؟ فرمایا نہیں لیکن قرآن مقدم ہے اور زید نے تم سے زیادہ قرآن پڑھا ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کاتب کی خدمت انجام دیتے تھے۔ حضور کے پاس سریانی زبان میں خطوط آتے تھے۔ اس لئے حضرت زید بن ثابت نے آپ کے ارشاد سے سریانی زبان سیکھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بھی کاتب رہے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو تین بار مدینہ میں اپنا جانشین بنایا۔ حضرت عثمانؓ بھی جب حج کو جاتے تھے تو آپ کو اپنا جانشین کر جاتے تھے۔ آپ صحابہ میں سب سے زیادہ فرائض کے عالم تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زید تم میں سب سے زیادہ علم فرائض کو جانتے تھے۔ آپ صحابہ میں بہت بڑے عالم اور سخن فی العلم میں تھے۔

آپ جمع و ترتیب قرآن کے رکن اعظم ہیں۔ آپ کا عمل یہ تھا کہ صرف اپنی یاد اور اپنے لکھے ہوئے ابزار ہی پر قناعت نہیں فرماتے تھے بلکہ اور حفاظ کی یاد اور دوسرے کاتبوں کے صحیفوں اور ان اجزاء سے بھی اپنے دلی جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں لکھے ہوئے موجود تھے۔ اپنے ہاجرین اور انصار کے اتفاق سے اس مجموعہ کو مکمل کیا اور حضرت شیخینؓ کے ذریعہ خانے اپنی اس ضمانت اِنَّا نَحْنُ نَزَّوْنَا الَّذِي كُوِّنَا کو پورا فرمایا۔ حضرت عثمانؓ نے جب اپنے زمانہ میں اس کام کے لئے لوگوں کو متعین فرمایا تو حضرت زیدؓ بھی بحیثیت رکن اعظم شریک تھے۔ بہت سے صحابہ و تابعین نے آپ کی روایت حدیث کی مثلاً فقہا سبعة مدینہ منورہ، قبیصہ بن ذویب، ابوسلمہ بن عبد الرحمن، سالم بن عبد اللہ، ابان بن عثمان وغیرہ۔ ان تمام لوگوں کا علم تین حضرات پر منتہی ہوتا ہے، ابن شہاب، بکر بن الاشج اور ابوالزناد۔ پھر ان تمام کا علم حضرت امام مالک تک پہنچ کر دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل پڑتا ہے۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ہذلی۔ بنو زہرہ کے حلیف اور قدیم الاسلام ہیں۔ آپ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے آپ کو چھ مسلمانوں میں کا چھٹا مسلمان پایا۔ اس وقت سطح زمین پر ہم لوگوں کے سوا کوئی اور مسلمان تھا۔

مکہ میں سب سے پہلے آپ ہی نے باعلان قرآن مجید پڑھا۔ جب آپ اسلام لائے تو رسول اللہ صلعم نے آپ کو اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ آپ خدمت کرنے لگے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تم کو اندر آنے کی اجازت لینے کی ضرورت نہیں، تمہاری اجازت صرف یہ ہے کہ تم میری بات سن لو اور پردہ اٹھا ہوا ہو۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس اندر آتے جاتے، آپ کو جو تاہناتے، آپ کے ساتھ آگے آگے چلتے، جب آپ غسل فرماتے تو پردہ کرتے، اور جب آپ سوتے تو آپ کو بیدار کرتے، حبشہ اور مدینہ دونوں جگہ ہجرت کی اور دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ رسول اللہ کے ساتھ بدر احد، اور خندق، بیعتہ الرضوان اور تمام لڑائیوں میں شریک ہوئے اور آپ کے بعد معرکہ یرموک میں شرکت کی۔ آپ سے بہت صحابہ اور تابعین نے حدیث کی روایت کی ہے۔ حضرت حذیفہؓ سے کہا گیا کہ ہم کو ایسا شخص بتائیے جو طور و طریقے میں آنحضرت صلعم سے سب سے زیادہ قریب ہوتا کہ ہم اس سے حدیث سنیں اور اخذ کریں۔ بولے طرز و روش میں آنحضرت صلعم سے سب سے زیادہ قریب ابن مسعود ہیں۔ اصحاب محمدؐ میں جو لوگ محفوظ ہیں وہ جانتے ہیں کہ ابن ام عبد، سب سے زیادہ مقرب بارگاہ الہی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورہ خلیفہ بناتا تو ابن ام عبد کو بناتا۔ حضرت عمر نے آپ کو کوفہ بھیجا اور باشندگان کوفہ کو لکھا کہ میں نے عمار بن یاسر کو امیر اور عبد اللہ بن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے۔ یہ دونوں رسول اللہ صلعم کے شریف ترین بدری صحابی ہیں۔ ان کی پیروی اور اطاعت کرو اور ان کا کہنا مانو۔ میں نے عبد اللہ بن مسعود کو بھیج کر تمہارے ساتھ ایشارے کام لیا ہے۔ آپ اہل کوفہ کے معلم اور قاضی کی حیثیت سے وہاں مقیم ہے اور وہاں باشندے آپ سے اخذ حدیث کیا۔ حضرت علی کا قول ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نے قرآن پڑھا۔ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا۔ مذہب کے فقیہ اور حدیث کے عالم تھے۔ حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ سے باقاعدہ علم شریعت حاصل کیا تھا۔ حضرت عثمان غنی کے عہد خلافت میں ۳۲ھ میں آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی۔

اس موقع پر یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے علقمہ، اسود، عبیدہ، حارث بن قیس، ہسروق

۱۰ تاریخ فقہ اسلامی و کتب الدرہ

عمر و بن شہرہیل وغیرہ نے علوم حاصل کئے اور ان حضرات سے ابراہیم نخعی اور شعبی نے اور ان سے امام ابو حنیفہ اور سہتی اور عیش نے اور ان سے حضرت سفیان ثوری وغیرہ نے۔ علمائے کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علیؑ تلامذہ کی فہرست بہت ہی طویل ہے (تفصیل کے لئے معرفۃ علوم الحدیث) للہی کم وغیرہ ملاحظہ ہو، ان سے صدہا بلکہ ہزار ہا مخلوق الہی نے سنن و آثار نبوی کی تعلیم حاصل کی اور اسی علم کے ذریعہ سے معاملات مذہبی و سیاسی کو انجام دیا اور پھر یہ علوم دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے۔

( باقی )

## ترجمان القرآن کے سابق پرچے

ترجمان القرآن کے مندرجہ ذیل سابق پرچوں کی دفتر ذرا کو ضرورت ہے۔ جو حضرات ان پرچوں کو قیمتاً فرو کرنا چاہتے ہوں۔ یا جنکے پاس یہ پرچے زائد موجود ہوں وہ براہ کرم ان پرچوں کو بذریعہ ڈاک ہمارے پاس روانہ کر دیں۔ اور لغافہ پراپنا مکمل پتہ تحریر فرمادیں تاکہ ہم رنی پرچہ کے حساب سے ان کو قیمت روانہ کی جاسکے۔

رسائل و اخبارات کے اڈیٹر صاحبان سے بھی گزارش ہے کہ اگر وہ مکمل فائل نہ رکھنا چاہتے ہوں۔ اور ان کے پاس یہ پرچے ہوں تو وہ بھی ان پرچوں کو بھجوا کر قیمت وصول کر لیں۔

سال ۱۹۵۲ء	جلد ۲	عدد ۱	ماہ محرم	سال ۱۹۵۶ء	جلد ۱	عدد ۳	ماہ ربیع الاول
=	جلد ۳	عدد ۲	ماہ شعبان	=	=	عدد ۴	ماہ ربیع الثانی
=	جلد ۳	عدد ۲	ماہ رمضان	=	جلد ۱۱	عدد ۲	ماہ شعبان
سال ۱۹۵۴ء	جلد ۶	عدد ۱	ماہ محرم	=	=	عدد ۳	ماہ رمضان
=	=	عدد ۲	ماہ صفر	سال ۱۹۵۷ء	جلد ۱۲	عدد ۵	ماہ جمادی الاولیٰ
=	=	عدد ۳	ماہ ربیع الاول	=	=	عدد ۶	ماہ جمادی الاخریٰ
=	=	عدد ۴	ماہ ربیع الثانی	=	جلد ۱۳	=	ماہ رجب
سال ۱۹۵۶ء	جلد ۱۰	عدد ۲	ماہ صفر	منیجہ			